JAHAN E TAHQEEQ
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.1, 2023

نفقہ کی اہمیت احادیث وسنت کی روشنی میں

THE IMPORTANCE OF NAFAQAH: IN THE LIGHT OF HADITH AND SUNNAH

Basharat Rafique
Lecturer
PhD scholar University of Karachi, Karachi
Institute of Islamic Studies MUST, Mirpur university of science & Technology Mirpur AJK
basharat.iis@must.edu.pk
Dr. Muhammad Arif Khan Saqi
Associate Professor
Head of the Department of Islamic Learning, University of Karachi
maksaqi@uok.edu.pk

Abstract:
The importance of Nafaqah in Islam is not only emphasized in the Holy Quran but also highlighted in the sayings and practical Sunnah of the Prophet Muhammad (PBUH). The Prophet (PBUH) considered Nafaqah not merely a financial obligation but a great act of worship, charity, and exemplary moral conduct. According to his teachings, the wealth spent by a person to fulfill the needs of their family is a source of reward in the sight of Allah. Similarly, he also clarified that spending on one's household with love and sincerity is also considered an act of piety. Islam teaches us that Nafaqah should be given with balance, compassion, and a sense of responsibility so that family members can lead a prosperous and content life. Thus, fulfilling Nafaqah is not only a means of individual well-being and success but also plays a fundamental role in social stability and strengthening family life.Islam places great emphasis on the importance of Nafaqah, making it an obligation that encompasses an individual's financial and social responsibilities. The virtues, rulings, and practical application of Nafaqah are highlighted in multiple places in the Quran and Sunnah. The significance of Nafaqah is not limited to family matters but also serves as a key pillar of social and economic welfare.Linguistically, Nafaqah means spending something or using it in the way of Allah. In Islamic terminology, it refers to financial expenses that a person is obligated to spend on their family, parents, relatives, and the needy in society. Nafaqah is generally categorized into three types:The husband is obliged to provide his wife with food, clothing, shelter, and other basic necessities. The father is responsible for the expenses of his children, and children must support their parents, especially in old age. It also includes charity, almsgiving, and expenditures for welfare purposes.The Prophet Muhammad (PBUH) said: "A man's spending on his family is a charity." A man asked the Prophet (PBUH), "Who has the greatest right over my wealth?" The Prophet (PBUH) replied: "Your mother, then your father, then your closest relatives."Encouragement for spending on orphans and the needy: The Prophet (PBUH) said: "Whoever takes care of an orphan will be with me in Paradise like these two fingers."Reward for spending in the way of Allah: The Prophet (PBUH) said: "A dirham spent in the way of Allah is multiplied seventy times in reward by Allah."Failing to fulfill the obligation of Nafaqah is a violation of Islamic commands and can lead to several negative consequences.Increase in domestic disputes and divorce rates Violation of the rights of children and women Promotion of social and economic disparities Divine punishment and accountability in the HereafterThe importance of Nafaqah is clearly stated in the Quran and Hadith, and its fulfillment is a source of great reward. A Muslim is obligated to spend on close relatives, deserving individuals, and for social welfare to maintain societal balance and attain the pleasure of Allah.

Keywords: Nafaqah, Hadith and Sunnah, charity, obligation, Linguistically, Encouragement

اسلام میں نفقہ کی اہمیت کو نہ صرف قرآن مجید میں واضح کیا گیا ہے بلکہ نبی کریم ﷺ کی احادیث اور عملی سنت میں بھی اس پر زور دیا گیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے نفقہ کو محض مالی ذمہ داری کے بجائے ایک عظیم عبادت، صدقہ اور بہترین اخلاقی عمل قرار دیا۔ آپ ﷺ کی تعلیمات کے مطابق، جو مال انسان اپنے اہل وعیال کی ضروریات پوری کرنے میں خرچ کرتا ہے، وہ اللہ کے ہاں باعثِ اجر وثواب ہے۔ اسی طرح، آپ ﷺ نے یہ بھی واضح فرمایا کہ گھر والوں پر محبت اور اخلاص کے ساتھ خرچ کرنا بھی نیکی کے زمرے میں آتا ہے۔ اسلام ہمیں سکھاتا ہے کہ نفقہ کی ادائیگی میں اعتدال، شفقت اور احساسِ ذمہ داری ہونا چاہیے تاکہ خاندان کے افراد خوشحال اور مطمئن زندگی بسر کر سکیں۔ چنانچہ نفقہ کی ادائیگی نہ صرف فرد کی بھلائی اور فلاح کا ذریعہ ہے بلکہ یہ معاشرتی استحکام اور عائلی زندگی کی مضبوطی کے لیے بھی بنیادی حیثیت

رکھتا ہے۔اسلام میں نفقہ کی اہمیت کو بہت زیادہ اجاگر کیا گیا ہے،اور یہ ایک ایسا فریضہ ہے جو فرد کی مالی و سماجی ذمہ داریوں کا احاطہ کرتا ہے۔قرآن وسنت میں متعدد مقامات پر نفقہ کی فضیلت،اس کے احکام اور اس کی عملی تطبیق پر روشنی ڈالی گئی ہے۔نفقہ کی اہمیت صرف خاندانی معاملات تک محدود نہیں بلکہ سماجی و معاشی فلاح و بہبود کا ایک بنیادی ستون بھی ہے۔لغوی طور پر نفقہ کے معنی کسی چیز کو خرچ کرنا یا راہِ خدا میں صرف کرنا ہے۔اصطلاحی طور پر اس سے مراد وہ مالی اخراجات ہیں جو ایک شخص اپنی ذمہ داری کے تحت اپنے اہل و عیال،والدین،رشتہ داروں اور معاشرتی ضرورت مندوں پر خرچ کرتا ہے۔نفقہ کو عام طور پر تین اقسام میں تقسیم کیا جاتا ہے شوہر پر فرض ہے کہ وہ اپنی بیوی کے لیے کھانے،لباس،رہائش اور دیگر بنیادی ضروریات کو پورا کرے۔اولاد کا نفقہ والد پر اور والدین کا نفقہ اولاد پر لازم ہے،خاص طور پر جب وہ ضعیف ہوں میں صدقات،خیرات اور فلاحی مقاصد کے لیے خرچ شامل ہے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آدمی کا اپنے اہل و عیال پر خرچ کرنا صدقہ ہے۔(صحیح بخاری، حدیث 4006) والدین پر خرچ کا اجر: ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے سوال کیا کہ میرے مال میں سے سب سے زیادہ حق دار کون ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا: تیری ماں، پھر تیرا باپ، پھر تیرا قریب ترین رشتہ دار۔یتیم اور مسکین پر خرچ کی ترغیب: حضرت محمد ﷺ نے فرمایا: جو شخص کسی یتیم کی کفالت کرے گا،وہ جنت میں میرے ساتھ ایسے ہو گا جیسے یہ دو انگلیاں۔راہِ خدا میں خرچ کا اجر: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ کے راستے میں خرچ کیا گیا ایک درہم،اللہ تعالیٰ کے ہاں ستر گنا بڑھا دیا جاتا ہے۔نفقہ ادا نہ کرنا اسلامی احکامات کی خلاف ورزی ہے اور اس کے کئی منفی نتائج ہو سکتے ہیں :گھریلو ناچاقی اور طلاق کی شرح میں اضافہ بچوں اور خواتین کے حقوق کی پامالی سماجی اور معاشی ناہمواری کا فروغ آخرت میں اللہ کی پکڑ اور عذابنفقہ کی اہمیت قرآن و حدیث میں واضح طور پر بیان کی گئی ہے اور اس کی ادائیگی کو اجر و ثواب کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔ایک مسلمان پر لازم ہے کہ وہ اپنے قریبی رشتہ داروں، مستحق افراد اور سماجی بہبود کے لیے خرچ کرے تاکہ معاشرتی توازن برقرار رہے اور اللہ کی رضا حاصل ہو۔

نفقہ کی اہمیت احادیث وسنت کی روشنی میں

اس میں ہم نفقہ پر احادیث وسنت کی روشنی میں بحث کریں گے۔نفقہ کی مختلف جہات کو جو ذخیرہ احادیث میں پائی جاتی ہیں کو سامنے لائیں گے۔اور انکی ضروری وضاحت بھی تحریر کی جائے گی۔

وجوب نفقہ احادیث کی روشنی میں

فَاتَّقُوا اللهَ فِي النِّسَاءِ؛ فَإِنَّكُمْ أَخَذْتُمُوهُنَّ بِأَمَانِ اللهِ، وَاسْتَحْلَلْتُمْ فُرُوجَهُنَّ بِكَلِمَةِ اللهِ، وَلَكُمْ عَلَيْهِنَّ أَنْ لَا يُوطِئْنَ فُرُشَكُمْ أَحَدًا تَكْرَهُونَهُ، فَإِنْ فَعَلْنَ ذَلِكَ، فَاضْرِبُوهُنَّ ضَرْبًا غَيْرَ مُبَرِّحٍ، وَلَهُنَّ عَلَيْكُمْ رِزْقُهُنَّ، وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ[1]

"عورتوں کے معاملے میں اللہ سے ڈرو، کیونکہ تم نے انہیں اللہ کی امانت کے تحت لیا ہے،اور تم نے ان کے جسموں کو اللہ کے کلمے (نکاح) کے ذریعے اپنے لیے حلال کیا ہے۔تم پر ان کا یہ حق ہے کہ وہ تمہارے بستروں پر کسی ایسے شخص کو نہ آنے دیں جسے تم ناپسند کرتے ہو،اگر وہ ایسا کریں تو انہیں ایسی مار مارو جو سخت نہ ہو۔اور ان کا تم پر حق ہے کہ ان کا رزق اور لباس معروف طریقے سے فراہم کرو۔"

ابن هبیرۃ شرح الافصاح عن معانی الصحاح میں یوں تحریر کرتے ہیں:

تسليمها إليه نفسها مقتض أنه قد أمنها من جوره وظلمه؛ لأنها رحلت من نصارها وحماتها إلى عقوة زوجها، وتوارت عنده بالخدر أو السجوف، يفعل بها ما يشاء، ويسير بها كيف يشاء، فلذلك كانت عنده بأمان الله.
* وقوله: (استحللتم فروجهن بكلمة الله) يعني بالكلمة نفس العقد الذي تنشأ من كلمتي إيجاب وقبول من الولي والزوج، فلما أوصى بهن ذكر ما عليهن فقال: (أن لا يوطئن فرشكم أحدا تكرهونه) وذلك أنه لما كانت العادة في العرب أن النساء يأذن للرجال، فأراد لا يدخلوا بيوتكم من تكرهونه ولا ينصرف هذا إلى الزنا؛ فإنه لم يكن ليقنع في جوابه بضرب غير مبرح وهو وإن لم ينصرف إلى الزنا، فهو يعرف قدر عظم الزنا؛ لأنه إذا نهين عن إدخال رجل يكره دخوله؛ فما ظنك بما وراء ذلك.
* وقوله: (ولهن عليكم رزقهن وكسوتهن بالمعروف) على قدر الحال الذي ينفق فيها ذو سعة من سعته، ومن قدر عليه رزقه فلينفق مما آتاه الله.[2]

---

[1] صحيح مسلم،أبو الحسين مسلم بن الحجاج،الناشر: دار الطباعة العامرة، تركيا،1334،ج:04،ص:38

1. **"بأمانالله"**(اللہ کی امان میں):

اس کا مطلب ہے کہ عورت مرد کے لیے ایک امانت ہے، اور نکاح کے ذریعے عورت خود کو شوہر کے حوالے کر دیتی ہے، جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ شوہر اسے ظلم و زیادتی سے محفوظ رکھے گا۔ کیونکہ وہ اپنے خاندان اور محافظوں سے دور ہو کر شوہر کے گھر میں داخل ہوتی ہے، جہاں اس کی عزت و عصمت کی حفاظت شوہر کی ذمہ داری بن جاتی ہے۔

2. **استحللتم فروجهن بكلمة الله**"(تم نے ان کے جسموں کو اللہ کے کلمے کے ذریعے اپنے لیے حلال کیا):

یہاں "کلمۃاللہ" سے مراد نکاح کا عقد ہے، جو ولی اور شوہر کے درمیان دو کلموں (ایجاب اور قبول) سے ہوتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کرتے ہوئے ان حقوق کا ذکر کیا جو ان پر واجب ہیں۔

3. **"أن لا يوطئن فرشكم أحدا تكرهونه"** (وہ کسی ایسے شخص کو تمہارے بستروں پر نہ آنے دیں جسے تم ناپسند کرتے ہو):

یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ عربوں کی عادت تھی کہ عورتیں مردوں کو اپنے گھروں میں آنے کی اجازت دیتی تھیں۔ نبی کریم ﷺ نے یہ حکم دیا کہ عورتیں شوہر کی اجازت کے بغیر کسی ایسے شخص کو گھر میں نہ بلائیں جسے شوہر ناپسند کرتا ہو۔ یہ زنا کے بارے میں نہیں ہے، کیونکہ زنا کی سزا سخت ہے، جبکہ یہاں صرف ایسی ملاقاتوں سے منع کیا گیا ہے جو شوہر کو ناپسند ہو۔

4. **ولهن عليكم رزقهن وكسوتهن بالمعروف"** (ان کا تم پر حق ہے کہ ان کا رزق اور لباس معروف طریقے سے فراہم کرو):

اس کا مطلب ہے کہ شوہر پر بیوی کی کفالت واجب ہے، اور یہ اس کی مالی حالت کے مطابق ہونا چاہیے۔ جو خوشحال ہے، اسے اپنی بیوی پر زیادہ خرچ کرنا چاہیے، اور جو تنگ دست ہے، وہ اپنی استطاعت کے مطابق خرچ کرے۔

عَنْ عَائِشَةَ:أَنَّ هِنْدَ بِنْتَ عُتْبَةَ قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّ أَبَا سُفْيَانَ رَجُلٌ شَحِيحٌ، وَلَيْسَ يُعْطِينِي مَا يَكْفِينِي وَوَلَدِي إِلَّا مَا أَخَذْتُ مِنْهُ، وَهُوَ لَا يَعْلَمُ، فَقَالَ: (خُذِي مَا يَكْفِيكِ وَوَلَدَكِ بِالْمَعْرُوفِ).[3]

یہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ: ہند بنت عتبہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: "اے اللہ کے رسول! ابو سفیان ایک بخیل شخص ہیں اور وہ مجھے اور میرے بچوں کو اتنا نہیں دیتے جو ہمیں کافی ہو، سوائے اس کے جو میں خود ان کی لاعلمی میں لے لیتی ہوں۔" تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا": جو تمہیں اور تمہارے بچوں کے لیے کافی ہو، اسے معروف طریقے سے لے لو۔"

شرح صحیح البخاری میں ابن بطال اس حدیث کی شرح کو یوں بیان فرماتے ہیں:

فى هذا الحديث من الفقه: أنه يجوز للإنسان أن يأخذ من مال من منعه من حقه أو ظلمه بقدر ماله عنده، ولا إثم عليه فى ذلك؛ لأن النبى صلى الله عليه وسلم أجاز لهند ما أخذت من مال زوجها بالمعروف[4]، وأصل هذا الحديث فى التنزيل فى قوله تعالى: سمحوَإِنۡ عَاقَبۡتُمۡ فَعَاقِبُواْ بِمِثۡلِ مَا عُوقِبۡتُم بِهِۦ سجى[5]

اس حدیث سے فقہ میں یہ مسئلہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر کسی شخص کو اس کا حق روکا گیا ہو یا اس پر ظلم کیا گیا ہو، تو وہ اس شخص کے مال سے اپنے حق کے بقدر لے سکتا ہے اور اس میں کوئی گناہ نہیں ہوگا۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے حضرت ہند کو ان کے شوہر کے مال سے معروف طریقے سے لینے کی اجازت دی تھی۔ اس حدیث کی اصل قرآن مجید کی اس آیت میں موجود ہے: اور اگر تم بدلہ لو تو اتنا ہی بدلہ لو جتنا تم پر ظلم کیا گیا ہو۔

ابن بطال نے اس حدیث کی شرح میں فقہاء کے اقوال کو بھی نقل کیا ہے۔

---

[2] الإفصاح عن معاني الصحاح،يحيى بن (هُبَيْرَة بن) محمد بن هبيرة الذهلي،الناشر: دار الوطن،ج:08،ص:366

[3] صحيح البخاري،أبو عبد الله محمد بن إسماعيل البخاري،ج:05،ص:2052

[4] شرح صحيح البخاري لابن بطال،ابن بطال أبو الحسن ،ناشر، الرشد - السعودية، الرياض،1423،ج:07،ص:543

[5] سورة النخل،126:16

فقال مالك: يفرض لها بقدر كفايتها فى اليسر والعسر، ويعتبر حالها من حاله، وبه قال أبو حنيفة، وليست مقدرة. قال الشافعي: هي مقدرة باجتهاد الحاكم فيها، وهى معتبرة بحال الزوج دون حال المرأة، فإن كان موسرًا فمدان لكل يوم، وإن كان متوسطًا فمد ونصف، وإن كان معسرًا فمد، فيجب لبنت الخليفة ما يجب لبنت الحارس. وحجة مالك والكوفيون قوله: سمح لِيُنفِقْ ذُو سَعَةٍ مِّن سَعَتِهِ سجى [6]، ولم يذكر لها تقديرًا. وقال لهند: (خذى ما يكفيك وولدك بالمعروف) ، فلم يقدر لها ما تأخذه لولدها ونفسها، فثبت أنها غير مقدرة وأنها على قدر كفايتها، وإنما يجب ذلك كله بالعقد والتمكين وهو عوض من الاستمتاع عند العلماء[7].

امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ نفقہ بیوی کی ضروریات کے مطابق مقرر کیا جائے گا، چاہے شوہر کی مالی حالت بہتر ہو یا کمزور، اور شوہر کی حالت کے مطابق بیوی کی کفالت کو مد نظر رکھا جائے گا۔ یہی رائے امام ابو حنیفہؒ کی بھی ہے، اور ان کے نزدیک نفقہ کی کوئی متعین مقدار نہیں ہے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ نفقہ حاکم کے اجتہاد کے مطابق مقرر کیا جائے گا اور یہ شوہر کی حالت پر منحصر ہوگا، بیوی کی حالت پر نہیں۔ اگر شوہر مالدار ہے تو روزانہ دو مد (غذائی مقدار) لازم ہوں گے، اگر متوسط ہے تو ڈیڑھ مد، اور اگر تنگدست ہے تو ایک مد۔ چنانچہ خلیفہ کی بیٹی اور چوکیدار کی بیٹی دونوں کے لیے نفقہ وہی ہوگا جو شوہر کی مالی حالت کے مطابق ہے۔ امام مالک اور کوفہ کے فقہاء (یعنی امام ابو حنیفہ) کی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں فرمایا گیا: مالدار اپنی وسعت کے مطابق خرچ کریں۔ اور نبی ﷺ نے حضرت ہند سے فرمایا: (جو تمہارے اور تمہارے بچوں کے لیے کافی ہو، اسے معروف طریقے سے لے لو)۔

اس میں کوئی متعین مقدار مقرر نہیں کی گئی۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ نفقہ متعین نہیں ہے، بلکہ بیوی اور بچوں کی ضروریات کے مطابق ہوگا۔

یہ سارا نفقہ عقد (نکاح) اور تمکین (بیوی کا اپنے آپ کو شوہر کے حوالے کرنے) کے نتیجے میں واجب ہوتا ہے، اور یہ علماء کے نزدیک استمتاع (جنسی لذت) کا بدل ہے۔

عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ، عَنِ الْمُجَالِدِ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، قَالَ: حَدَّثَتْنِي فَاطِمَةُ بِنْتُ قَيْسٍ، وَكَانَتْ عِنْدَ أَبِي حَفْصِ بْنِ عَمْرٍو - أَوْ عِنْدَ أَبِي عَمْرِو بْنِ حَفْصٍ- فَجَاءَتِ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ لَهَا: اسْكُتِي إِنَّمَا النَّفَقَةُ لِلْمَرْأَةِ عَلَى زَوْجِهَا إِذَا كَانَتْ عَلَيْهَا رَجْعَةٌ، فَإِذَا لَمْ تَكُنْ لَهُ عَلَيْهَا رَجْعَةٌ فَلَا نَفَقَةَ لَهَا وَلَا سُكْنَى[8]

ابن عیینہ نے مجالد سے، اور انہوں نے شعبی سے روایت کیا کہ فاطمہ بنت قیس، جو ابو حفص بن عمرو یا ابو عمرو بن حفص کے نکاح میں تھیں، نے مجھے بتایا کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں، اور آپ نے ان سے فرمایا: "خاموش ہو جاؤ، عورت کا نفقہ شوہر پر صرف اس وقت واجب ہوتا ہے جب شوہر کو اس پر رجوع کا حق ہو، اور جب اس پر رجوع کا حق نہ ہو تو اس کے لیے نہ نفقہ ہے اور نہ رہائش۔"

عَنْ أَبِي مَالِكٍ الْأَشْعَرِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم: ثَلَاثَةُ نَفَرٍ، كَانَ لِأَحَدِهِمْ عَشَرَةُ دَنَانِيرَ فَتَصَدَّقَ مِنْهَا بِدِينَارٍ، وَكَانَ لِآخَرَ عَشَرَةُ أَوَاقٍ فَتَصَدَّقَ مِنْهَا بِأُوقِيَّةٍ، وَآخَرُ كَانَ لَهُ مِائَةُ أُوقِيَّةٍ فَتَصَدَّقَ بِعَشَرَةِ أَوَاقٍ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم: هُمْ فِي الْأَجْرِ سَوَاءٌ، كُلٌّ قَدْ تَصَدَّقَ بِعُشْرِ مَالِهِ[9]

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تین آدمی تھے، ان میں سے ایک کے پاس دس دینار تھے، اس نے ان میں سے ایک دینار صدقہ کر دیا۔ دوسرے کے پاس دس اوقیہ تھے، اس نے ان میں سے ایک اوقیہ صدقہ کر دی، اور تیسرے کے پاس سو اوقیہ تھے، اس نے ان میں سے دس اوقیہ صدقہ کر دیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ سب اجر میں برابر ہیں، کیونکہ ہر ایک نے اپنے مال کا دسواں حصہ صدقہ کیا ہے۔

یہ حدیث مبارکہ اس طرف اشارہ کرتی ہے کہ ہر شخص اپنی وسعت کے مطابق صدقہ کرے چاہے اس کے پاس کم ہو یا زیادہ۔ صدقے کی مقدار اہم نہیں بلکہ اس کی نیت اور اخلاص اہم ہے۔

عَنْ حَكِيمِ بْنِ مُعَاوِيَةَ الْقُشَيْرِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، مَا حَقُّ زَوْجَةِ أَحَدِنَا عَلَيْهِ؟، قَالَ: «أَنْ تُطْعِمَهَا إِذَا طَعِمْتَ، وَتَكْسُوَهَا إِذَا اكْتَسَيْتَ، أَوِ اكْتَسَبْتَ، وَلَا تَضْرِبِ الْوَجْهَ، وَلَا تُقَبِّحْ، وَلَا تَهْجُرْ إِلَّا فِي الْبَيْتِ[10]

---

[6] سورة الطلاق،65:07

[7] شرح صحيح البخاري لابن بطال،ابن بطال أبو الحسن، ج:07،ص:543

[8] المصنف،أبو بكر عبد الرزاق بن همام الصنعاني،الناشر: المجلس العلمي- الهند، توزيع المكتب الإسلامي ،بيروت،1403 ،ج:07،ص:23-24

[9] المعجم الكبير،سليمان بن أحمد بن أيوب ،الناشر: مكتبة ابن تيمية، القاهرة، الطبعة: الثانية ،ج:03،ص:292

JAHAN E TAHQEEQ
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.1, 2023

یہ حدیث حضرت حکیم بن معاویہ القشیری اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: میں نے عرض کیا: "اے اللہ کے رسول! ہم میں سے کسی کی بیوی کا اس پر کیا حق ہے؟"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا": جب تم خود کھاؤ تو اسے بھی کھلاؤ، اور جب تم خود لباس پہنو تو اسے بھی پہناؤ، اور نہ اس کے چہرے پر مارو، نہ اسے بدصورت کہو، اور نہ ہی اسے گھر سے باہر چھوڑو، سوائے گھر کے اندر (اصلاح کے لیے)۔"

ابو سلیمان حمد بن محمد اس حدیث کی شرح میں تحریر کرتے ہیں:

قال الشيخ في هذا إيجاب النفقة والكسوة لها وليس في ذلك حد معلوم، وإنما هو على المعروف وعلى قدر وسع الزوج وجِدته وإذا جعله النبي صلى الله عليه وسلم حقا لها فهولازم للزوج حضر أو غاب وإن لم يجده في وقته كان ديناً عليه إلى أن يؤديه إليها كسائر الحقوق الواجبة، وسواء فرض لها القاضي عليه أيام غيبته أو لم يفرض.[11]

شیخ نے اس میں نفقہ اور لباس کی بیوی کے لیے وجوب کا ذکر کیا ہے، اور اس میں کوئی خاص حد مقرر نہیں کی گئی، بلکہ یہ معروف طریقے پر اور شوہر کی وسعت اور مالی حالت کے مطابق ہوتا ہے۔ جب نبی ﷺ نے اسے بیوی کا حق قرار دیا ہے، تو یہ شوہر پر لازم ہے، چاہے وہ حاضر ہو یا غائب۔ اگر نفقہ وقت پر نہ دے سکے تو یہ اس کے ذمے قرض ہو جائے گا، یہاں تک کہ وہ اسے ادا کرے، جیسے دیگر واجب حقوق ہوتے ہیں۔ خواہ قاضی نے شوہر کی غیر موجودگی کے دوران اس پر بیوی کا نفقہ فرض کیا ہو یا نہ کیا ہو۔

شرح سنن ابی داوود میں اس کی شرح یوں بیان کی گئی ہے:

والطعام يستلزم السقي، والمعنى: وتطعمها إذا طعمت وتسقها إذا شربت، قد يؤخذ منه أنها إذا أكلت معه برضاها سقطت نفقتها، ولعل المراد: يطعمها أول وقت يطعم غالب الناس فيه وهو صدر نهار كل يوم إذا طلعت الشمس؛ لأنه أول وقت الحاجة إلى الطعام، فاعتبر[12].

"کھانے کا تقاضا یہ ہے کہ اس کے ساتھ پینے کا بھی اہتمام ہو، اور مطلب یہ ہے کہ شوہر اپنی بیوی کو کھلائے جب خود کھائے، اور اسے پلائے جب خود پیئے۔ اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ اگر بیوی اپنے شوہر کے ساتھ خوشی سے کھائے تو اس کا نفقہ ساقط ہو جائے گا۔ لیکن غالباً مراد یہ ہے کہ شوہر اسے اس وقت کھلائے جب عام طور پر لوگ کھانا کھاتے ہیں، یعنی ہر دن صبح کے وقت جب سورج نکلتا ہے، کیونکہ یہی وہ وقت ہوتا ہے جب کھانے کی حاجت سب سے زیادہ ہوتی ہے، لہٰذا اس کو مد نظر رکھا جائے۔"

عن عَبْدُ اللهِ بْنُ عَمْرٍو، سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ: «كَفَى بِالْمَرْءِ إِثْمًا أَنْ يُضَيِّعَ مَنْ يَعُولُ[13]

یہ حدیث حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

"آدمی کے لیے یہ گناہ کافی ہے کہ وہ اپنے زیر کفالت لوگوں کو ضائع کر دے (ان کی ضروریات کا خیال نہ رکھے)۔"

یہ حدیث مبارکہ ان آیات کی تشریح میں تحریر کی گئی ہے جن میں حج میں جانے والے کیلئے زادراہ کا انتظام اور گھر والوں کیلئے سامان زیست کا انتظام کر کے جائے بغیر انتظام کے سفر کا ارادہ نہ کرے۔

شارحین حدیث اس حدیث کی شرح میں تحریر کرتے ہیں:

وَالْمُرَادُ بِهِ كِفَايَةُ فَاضِلَةٌ عَنْ كِفَايَةِ مَنْ يَعُولُ حَتَّى يَعُودَ لِقَوْلِهِ صلى الله عليه وسلم «كَفَى بِالْمَرْءِ إِثْمًا أَنْ يُضَيِّعَ مَنْ يَعُولُ» أَخْرَجَهُ أَبُو دَاوُد وَيُجْزِئُ الْحَجُّ وَإِنْ كَانَ الْمَالُ حَرَامًا وَيَأْثَمُ عِنْدَ الْأَكْثَرِ[14]

---

[10] سنن أبي داود،أبو داود سليمان بن الأشعث،الناشر: المكتبة العصرية، صيدا،بيروت،ج:02،ص:244-245

[11] معالم السنن،أبو سليمان، حمد بن محمد،ناشر، المطبعة العلمية بحلب،1351،ج:03،ص:221

[12] شرح سنن أبي داود،شهاب الدين أبو العباس أحمد بن حسين،الناشر: دار الفلاح للبحث العلمي وتحقيق التراث،مصر ،1437،ج:09،ص:470

[13] السنن الكبرى،أبو عبد الرحمن أحمد بن شعيب النسائي،الناشر: مؤسسة الرسالة، بيروت،1421،ج:08،ص:268

[14] سبل السلام شرح بلوغ المرام،محمد بن إسماعيل،ناشر: دار الحديث،القاهرة، مصر،1418،ج:02،ص:603

اس سے مراد یہ ہے کہ اتنا سامان ہونا چاہیے جو اس کے زیر کفالت افراد کی ضرورت سے فاضل ہو، یہاں تک کہ وہ واپس آجائے، کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا" :انسان کے لیے اتنا گناہ کافی ہے کہ وہ اپنے زیر کفالت افراد کو ضائع کر دے "(اسے ابو داود نے روایت کیا ہے)۔اور اگرچہ مال حرام ہو، پھر بھی حج ادا ہو جائے گا، لیکن اکثر علماء کے نزدیک ایسا شخص گناہ گار ہو گا۔

فضائل نفقہ احادیث کی روشنی میں

عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: « دينار أنفقته في سبيل الله، ودينار أنفقته في رقبة، ودينار تصدقت به على مسكين، ودينار أنفقته على أهلك أعظمها أجرا الذي أنفقته على أهلك[15]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک دینار جو تم نے اللہ کی راہ میں خرچ کیا، اور ایک دینار جو غلام آزاد کرنے میں خرچ کیا، اور ایک دینار جو تم نے مسکین کو دیا، اور ایک دینار جو تم نے اپنے اہل وعیال پر خرچ کیا، ان میں سب سے زیادہ اجر اس دینار کا ہے جو تم نے اپنے اہل وعیال پر خرچ کیا۔

اس حدیث کی شرح میں ابو العباس احمد بن عمرؒ تحریر کرتے ہیں:

في الدنانير المنفقة في طرق الخير -: (أعظمها أجرًا الذي تنفقه على أهلك)؛ هذا محمول على ما إذا استوت الحالة في الأهل والأجنبي، فلو كان أحدهما أحوج أو أوكد لكان المنفق في الأوكد أعظم أجرًا، فإذا استوت المراتب، فترتيب الأعظم كما وقع في الحديث.[16]

دیناروں میں سب سے زیادہ اجر اس کا ہے جو تم اپنے اہل وعیال پر خرچ کرتے ہو؛ یہ اس صورت پر محمول ہے جب اہل وعیال اور کسی غیر کی حالت یکساں ہو۔ لیکن اگر ان میں سے کوئی زیادہ ضرورت مند یا زیادہ اہم ہو تو پھر زیادہ اجر اس چیز پر ہو گا جو زیادہ اہم جگہ خرچ کی جائے۔ لیکن جب سب مراتب برابر ہوں، تو حدیث میں جو ترتیب بیان کی گئی ہے اسی کے مطابق اجر بھی ہو گا۔

عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِي كَرِبَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم: مَا أَطْعَمْتَ نَفْسَكَ، فَهُوَ لَكَ صَدَقَةٌ، وَمَا أَطْعَمْتَ وَلَدَكَ، فَهُوَ لَكَ صَدَقَةٌ، وَمَا أَطْعَمْتَ زَوْجَتَكَ ، فَهُوَ لَكَ صَدَقَةٌ، وَمَا أَطْعَمْتَ خَادِمَكَ، فَهُوَ لَكَ صَدَقَةٌ[17]

حضرت مقدام بن معدی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو کچھ تم اپنے آپ کو کھلاتے ہو، وہ تمہارے لیے صدقہ ہے، اور جو کچھ تم اپنے بچوں کو کھلاتے ہو، وہ تمہارے لیے صدقہ ہے، اور جو کچھ تم اپنی بیوی کو کھلاتے ہو، وہ تمہارے لیے صدقہ ہے، اور جو کچھ تم اپنے خادم کو کھلاتے ہو، وہ تمہارے لیے صدقہ ہے۔

حضور اکرم ﷺ کی بہت سے احادیث میں بہت سے کاموں کو صدقہ قرار دیا گیا ہے مثلاً درخت لگانا، فصل بونا، پانی کا انتظام کرنا اور دیگر فلاحی کام نہ صرف صدقہ جاریہ ہیں، بلکہ ان کا اجر موت کے بعد بھی جاری رہتا ہے۔

زین الدین ابو الفرج اس حدیث کی شرح میں تحریر کرتے ہیں:

وظاهر هذه الأحاديث كلّها يدلُّ على أنَّ هذه الأشياء تكونُ صدقة يُثاب عليها الزارعُ والغارسُ ونحوهما من غير قصدٍ ولا نيةٍ، وكذلك قولُ النَّبيِّ صلى الله عليه وسلم: أرأيت لو وضعها في الحرام، أكان عليه وِزْرٌ؟ فكذلك إذا وضعها في الحلال كان له أجرٌ[18] يدلُّ بظاهره على أنَّه يُؤْجَرُ في إتيان أهله من غير نيَّةٍ، فإنَّ المُباضِع لأهله كالزَّارع في الأرض[19]

ان تمام احادیث کا ظاہر اس بات کی دلیل ہے کہ یہ اعمال صدقہ شمار ہوتے ہیں اور زارع (کاشتکار) اور باغبان کو بغیر کسی خاص قصد و نیت کے ان پر ثواب ملتا ہے۔اسی طرح نبی کریم ﷺ کا فرمان: "کیا تم نے دیکھا اگر اس (نطفہ) کو حرام میں ڈالے تو کیا اسے گناہ ہو گا؟ تو اسی طرح جب وہ اسے حلال میں ڈالے تو اسے اجر ملے گا" اس کے ظاہر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انسان کو اپنی بیوی کے پاس جانے پر بھی بغیر نیت کے اجر ملتا ہے، کیونکہ اپنی بیوی کے پاس جانا ایسے ہی ہے جیسے زمین میں بیج بونا۔

---

15 صحيح مسلم،أبو الحسين مسلم بن الحجاج، ج:03،ص:78

16 المفهم لما أشكل من تلخيص كتاب مسلم،أبو العباس أحمد بن عمر،الناشر، دار ابن كثير، دمشق، بيروت، 1417،ج:03،ص:40

17 مسند الإمام أحمد بن حنبل،الإمام أحمد بن حنبل،الناشر: مؤسسة الرسالة،1421،ج:28،ص:417

18 مسند الإمام أحمد بن حنبل،الإمام أحمد بن حنبل،ج:35،ص:376

19 جامع العلوم والحكم في شرح خمسين حديثاً من جوامع الكلم،زين الدين أبو الفرج عبد الرحمن بن شهاب الدين،الناشر: دار ابن كثير، دمشق ،بيروت،1429،ص:540

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.1, 2023

وعن أم سلمة رضي الله عنها قالت: قلت: يا رسول الله، هل لي أجر في بني أبي سلمة أن أنفق عليهم ولست بتاركتهم هكذا وهكذا، إنما هم بني؟ فقال رسول الله ﷺ:نعم لك أجر ما أنفقت عليهم[20]

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انہوں نے عرض کیا: "یا رسول اللہ، کیا مجھے ابو سلمہ کے بچوں پر خرچ کرنے کا ثواب ملے گا، جب کہ میں انہیں یوں ہی نہیں چھوڑ سکتی کیونکہ وہ میرے ہی بچے ہیں؟" تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ہاں، تمہیں ان پر خرچ کرنے کا ثواب ملے گا۔"

ابن بطال ابو الحسن اس حدیث مبارکہ کی شرح میں تحریر کرتے ہیں:۔

اختلف العلماء فى تأويل قوله تعالى: (وعلى الوارث مثل ذلك) [البقرة: 233] ، فروى عن ابن عباس، قال: عليه أن لا يضار، وهو قول الشعبى، ومجاهد، والضحاك، ومالك، قالوا: عليه أن لا يضار ولا غرم عليه. وقالت طائفة: على الوارث ما كان على الوالد من أجر الرضاع إذا كان الولد لا مال له.[21]

علماء نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان " وَعَلَى ٱلْوَارِثِ مِثْلُ ذَٰلِكَ[22] "(اور وارث پر بھی اسی طرح [کا بوجھ] ہے) کی تفسیر میں اختلاف کیا ہے۔ حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وارث کو نقصان نہ پہنچایا جائے، اور یہی قول الشعبی، مجاہد، ضحاک اور مالک کا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ وارث پر یہ فرض ہے کہ وہ نقصان نہ پہنچائے اور اس پر کوئی مالی بوجھ نہیں ہے۔ جبکہ ایک گروہ کا کہنا ہے کہ اگر بچے کے پاس کوئی مال نہ ہو تو وارث پر وہی ذمہ داری ہوگی جو والد پر رضاعت کی اجرت کی صورت میں تھی۔

احمد بن محمد اور ابو العباس اس کی شرح یوں تحریر کرتے ہیں:۔

قلت: رَضِي الله عَنْك {وَجه الْمُطَابقَة يتَبَيَّن بمقصوده. وَإِنَّمَا قصد الرَّد على من زعم أَن الْأُم يجب عَلَيْهَا نَفَقَة وَلَدهَا بعد أَبِيه، وإرضاعه لدخولها فِي إِطْلَاق: " وعَلى الْوَارِث مثل ذَلِك " فَبين البُخَارِيّ أَن الْأُم كَانَت كلا على الْأَب وَاجِبَة النَّفَقَة عَلَيْهِ. وَمن هُوَ كل بالاصالة لَا يقدر على شَيْء فِي الْغَالِب. كَيفَ أَن يتَوَجَّه عَلَيْهِ أَن ينْفق على غَيره؟ وَبِحَدِيث أم سَلمَة فَإِنَّهُ صَرِيح فِي إنفاقها على بنيها فضلا، وتطوعاً. وَبِحَدِيث هِنْد فَإِنَّهُ أوجب لَهَا أَن تَأْخُذ من مَال زَوجهَا نَفَقَة بنيه، من حَيْثُ لَا يشْعر. فَإِذا كَانَت سَاقِطَة عَنْهَا فِي حَيَاته، فَالْأَصْل اسْتِصْحَاب حَال السُّقُوط بعد الْوَفَاة.[23]

میں نے کہا: اللہ آپ سے راضی ہو، مطابقت کی وضاحت اس کے مقصد سے واضح ہوتی ہے۔ اس کا مقصد ان لوگوں کا رد کرنا ہے جو یہ سمجھتے ہیں کہ ماں پر باپ کی وفات کے بعد اپنے بچے کی کفالت اور رضاعت واجب ہے، کیونکہ وہ آیت " وَعَلَى ٱلْوَارِثِ مِثْلُ ذَٰلِكَ[24] "(اور وارث پر بھی اسی طرح [کا بوجھ] ہے) کے اطلاق میں شامل ہے۔ امام بخاری نے یہ واضح کیا ہے کہ ماں باپ کے ذمہ تھی اور اس کا نفقہ دینا واجب تھا، اور جو شخص خود کفیل نہ ہو اور عموماً کسی چیز کا اختیار نہ رکھتا ہو، اس پر یہ کیسے واجب ہو سکتا ہے کہ وہ کسی دوسرے پر خرچ کرے؟ حضرت ام سلمہ کی حدیث بھی اس بات کی واضح دلیل ہے کہ انہوں نے اپنے بچوں پر خرچ کیا، یہ ان کا فضیلت کا کام تھا اور انہوں نے اسے بطور نیکی انجام دیا۔ اور حضرت ہند کی حدیث بھی یہ ثابت کرتی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے انہیں اجازت دی کہ وہ اپنے شوہر کے مال سے اپنے بچوں کی کفالت کے لیے بغیر اس کی اطلاع کے مال لے سکتی ہیں۔ پس جب ان کے شوہر کی زندگی میں ان پر نفقہ نہیں تھا، تو اصول یہ ہے کہ شوہر کی وفات کے بعد بھی یہ ذمہ داری ان پر نہیں ہوگی۔

وعن سعد بن أبي وقاص رضي الله عنه في حديثه الطويل الذي قدَّمناه في أوَّل الكتاب في باب النية أن رسول الله ﷺ قال له: وإنك لن تنفق نفقة تبتغي بها وجه الله إلا أُجرت بها حتى ما تجعل في في امرأتك[25]

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، ان کی طویل حدیث میں، جو ہم نے کتاب کے آغاز میں نیت کے باب میں پیش کی تھی، کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: "اور تم جو بھی خرچ اللہ کی رضا کے لیے کرو گے، تمہیں اس کا اجر ملے گا، یہاں تک کہ جو لقمہ تم اپنی بیوی کے منہ میں ڈالتے ہو اس کا بھی۔"

---

[20] صحيح البخاري،أبو عبد الله محمد بن إسماعيل البخاري،ج:05،ص:2054
[21] شرح صحيح البخاري لابن بطال، ابن بطال أبو الحسن علي بن خلف ج:07،ص:546
[22] سورة البقره،233:02
[23] المتواري علي تراجم أبواب البخاري،أحمد بن محمد،أبو العباس ناصر الدين،الناشر: مكتبة المعلا،الكويت،س ن،ص:302
[24] سورة البقره،233:02
[25] صحيح البخاري،أبو عبد الله محمد بن إسماعيل البخاري،ج:01،ص:435

کیونکہ یہ حدیث ایک طویل حدیث ہے ہم اس کی شرح کو مختصر بیان کرتے ہیں۔ابو سلیمان حمد بن محمد شرح اعلام الحدیث میں تحریر کرتے ہیں:
وفي الحديث من الفقه: أنه لم يأمره بالوصية بماله للأقربين، وقد كان أخبره أنه لا يرثه غير ابنة واحدة، ورد ماله إلى العصبة، ولو كانت آية الوصية للأقربين ثابتة غير منسوخة لأمره بذلك، ولكانت تؤخذ من التركة إن لم يوص بها، ولجرت مجرى الاستحقاق من الديون نحوها، وكان ابن عباس يذهب إلى أن الوصية للأقربين المأمور بها في الآية ثابتة، والوصية للوالدين منسوخة بآية المواريث؛ لقوله: {ولأبويه لكل واحد منهما السدس}، وهو قول الحسن وطاوس وقتادة، وإليه ذهب إسحاق بن راهويه، قالوا: نُسخ الوالدان بالفرض لهما في سورة النساء، وبقي الأقربون ممن لا يرث، فأما عامة أهل العلم فإنهم يرون الآية منسوخة في جميع من اشتمل عليه الذكر.[26]

اس حدیث میں فقہی نکات میں سے ایک یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے صحابی کو اپنے مال کی وصیت کرنے کا حکم نہیں دیا حالانکہ انہوں نے نبی ﷺ کو بتایا تھا کہ ان کی صرف ایک بیٹی ہے اور باقی مال عصبات (قریبی رشتہ دار) کو لوٹایا جائے گا۔ اگر "وصیت اقربین" (قریبی رشتہ داروں کے لیے وصیت) کی آیت غیر منسوخ ہوتی تو نبی ﷺ انہیں وصیت کرنے کا حکم دیتے، اور اگر انہوں نے وصیت نہ کی ہوتی تو یہ مال ترکہ سے لے لیا جاتا جیسے قرضوں کی طرح استحقاقی مال ہوتا ہے۔

حضرت ابن عباس کا موقف تھا کہ "وصیت اقربین" کی آیت ثابت ہے اور والدین کے لیے وصیت کا حکم آیتِ میراث سے منسوخ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اور ہر ایک والدین میں سے ہر ایک کے لیے چھٹا حصہ ہے"۔ یہ قول حسن بصری، طاؤس، قتادہ کا ہے اور اسی رائے کو امام اسحاق بن راہویہ نے بھی اختیار کیا۔ ان کا کہنا تھا کہ والدین کا حصہ آیتِ میراث میں فرض کر دیا گیا اور باقی رشتہ دار جو وارث نہیں ہوتے ان کے لیے وصیت باقی رہی۔ تاہم اکثر اہل علم کا ماننا ہے کہ یہ آیت مکمل طور پر منسوخ ہو چکی ہے اور اس میں شامل تمام افراد اس میں شامل ہیں۔

وعن أبي مسعود البدري رضي الله عنه، عن النبي ﷺ قال: «إذا أنفق الرجل على أهله نفقة يحتسبها فهي له صدقة[27]

حضرت ابو مسعود بدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "جب آدمی اپنے اہل و عیال پر خرچ کرتا ہے اور اس سے ثواب کی نیت رکھتا ہے، تو یہ اس کے لیے صدقہ ہے۔"

محمد بن صالح شرح ریاض الصالحین میں اس کی شرح یوں تحریر فرماتے ہیں:
هذه الأحاديث التي ذكرها المؤلف ـ رحمه الله تعالى ـ في باب النفقة على الأهل، كلها تدل على فضيلة الإنفاق على الإنفاق على الأهل، وأنه أفضل من الإنفاق في سبيل الله، وأفضل من الإنفاق في الرقاب، وأفضل من الإنفاق على المساكين؛ وذلك لأن الأهل ممن ألزمك الله بهم، وأوجب عليك نفقتهم، فالإنفاق عليهم فرض عين، والإنفاق على من سواهم فرض كفاية، وفرض العين أفضل من فرض الكفاية.[28]
وقد يكون الإنفاق على من سواهم على وجه التطوع، والفرض أفضل من التطوع؛ لقوله تعالى في الحديث القدسي: ما تقرب إليّ عبدي بشيء أحب إليّ مما افترضته عليه[29]

ان احادیث میں جو مصنف رحمہ اللہ نے باب نفقہ علی الاہل (اہل و عیال پر خرچ کرنے) میں ذکر کی ہیں، وہ سب اہل و عیال پر خرچ کرنے کی فضیلت پر دلالت کرتی ہیں۔ یہ ظاہر کرتی ہیں کہ اہل و عیال پر خرچ کرنا اللہ کے راستے میں خرچ کرنے، غلام آزاد کرنے، اور مساکین پر خرچ کرنے سے افضل ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اہل و عیال وہ لوگ ہیں جن کی کفالت کا اللہ نے تمہیں پابند کیا ہے اور ان پر خرچ کرنا فرضِ عین ہے، جب کہ دوسروں پر خرچ کرنا فرضِ کفایہ ہے۔ فرضِ عین فرضِ کفایہ سے افضل ہوتا ہے۔

دوسروں پر خرچ کرنا اگر تطوع (نفلی صدقہ) کی صورت میں ہو، تو فرض (واجب) نفلی صدقہ سے زیادہ افضل ہوتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حدیثِ قدسی میں فرمایا: "میرا بندہ کسی چیز کے ذریعے میرا تقرب حاصل نہیں کرتا جو مجھے اُس پر فرض کیے گئے عمل سے زیادہ پسند ہو۔"

---

[26] أعلام الحديث (شرح صحيح البخاري)،أبو سليمان حمد بن محمد،الناشر: جامعة أم القرى، 1409 هـ،ج:01،ص:676
[27] مسند أبي داود،أبو داود الطيالسي سليمان بن داود،الناشر: دار هجر،مصر،1419ھ،ج:02،ص:11
[28] شرح رياض الصالحين،محمد بن صالح بن محمد العثيمين،الناشر: دار الوطن للنشر، الرياض، 1426 هـ، ج:03،ص:158
[29] الورع،أبو بكر عبد الله بن محمد بن عبيد،المعروف بابن أبي الدنيا،الناشر: الدار السلفية،الكويت، 1408،ص:39

وعن عبدالله بن عمرو بن العاص رضي الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: كفى بالمرءِ إثماً أن يُضيِّعَ من يَقُوتُ[30].

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا": آدمی کے لیے یہ گناہ کافی ہے کہ وہ اپنے زیر کفالت افراد کو ضائع کر دے (یعنی ان کی ضروریات پوری نہ کرے)۔"

ابو سلیمان حمد بن محمد اس احادیث کی شرح میں تحریر کرتے ہیں:

قوله من يقوت يريد من يلزمه قوته والمعنى كأنه قال للمتصدق لا تتصدق بما لا فضل فيه عن قوت أهلك تطلب به الأجر فينقلب ذلك إثماً إذا أنت ضيعتهم.[31]

اس قول میں "من یقوت" سے مراد وہ لوگ ہیں جن کا کھانا پینا اس پر لازم ہو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ صدقہ کرنے والے شخص کو کہا جا رہا ہے کہ اپنے اہل و عیال کی بنیادی ضروریات پوری کیے بغیر صدقہ نہ کرے تاکہ وہ ثواب کی طلب میں اپنے اہل کو محروم نہ کرے، کیونکہ ایسا کرنا نیکی کی بجائے گناہ بن سکتا ہے جب وہ اپنے اہل و عیال کو ضائع کر دے اور ان کی ضروریات پوری نہ کرے۔

وعن أبي هريرة رضي الله عنه، أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: ما من يومٍ يُصبِح العباد فيه إلا ملكان ينزلان، فيقول أحدهما: اللهم أعطِ مُنفِقاً خلفاً، ويقول الآخر: اللهم أعطِ مُمسكاً تلفاً[32].

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا": ہر دن جب صبح ہوتی ہے تو دو فرشتے اترتے ہیں، ان میں سے ایک کہتا ہے: اے اللہ! خرچ کرنے والے کو بدلہ عطا فرما۔ اور دوسرا کہتا ہے: اے اللہ! روکنے والے (کنجوس) کو نقصان پہنچا۔"

اس حدیث کی شرح میں ابن بطال ابو الحسن تحریر کرتے ہیں:

معنى هذا الحديث: الحض على الإنفاق فى الواجبات، كالنفقة على الأهل وصلة الرحم، ويدخل فيه صدقة التطوع، والفرض، ومعلوم أن دعاء الملائكة مجاب، بدليل قوله: (فمن وافق تأمينه تأمين الملائكة غفر له ما تقدم من ذنبه) ومصداق الحديث قوله تعالى: وَمَآ أَنفَقۡتُم مِّن شَيۡءٖ فَهُوَ يُخۡلِفُهُۥ[33] يعنى ما أنفقتم فى طاعة الله، وقوله صلى الله عليه وسلم : (ابن آدم، أنفق أُنفق عليك)[34]

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ واجب خرچوں جیسے اہل و عیال کی کفالت اور صلہ رحم کی اہمیت پر زور دیا گیا ہے، اور اس میں نفلی صدقہ اور فرضی صدقہ بھی شامل ہیں۔ معلوم ہے کہ ملائکہ کی دعا قبول ہوتی ہے، جیسا کہ فرمایا گیا: "جو شخص ملائکہ کی دعا کے ساتھ اپنی دعا کو ہم آہنگ کرے، اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیے جائیں گے"۔ اس حدیث کی تصدیق اس آیت سے ہوتی ہے: "اور جو کچھ تم خرچ کرو گے، اللہ اس کی جگہ دیتا ہے" یعنی وہ خرچ جو تم نے اللہ کی اطاعت میں کیا۔ اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اے ابن آدم، خرچ کرو، اللہ تمہیں عطا کرے گا"۔

عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ رضي الله عنه ، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: اليدُ العليا خيرٌ من اليدِ السُّفلى وابدأْ بمن تعول، وخيرُ الصدقةِ ما كان عن ظهرِ غنىً ومن يستعفف يُعِفَّه الله، ومن يستغنِ يُغنِه الله[35].

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا": اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے، اور خرچ کرنے میں ان سے شروع کرو جن کی کفالت تم کرتے ہو، اور بہترین صدقہ وہ ہے جو اپنی ضرورت پوری کرنے کے بعد ہو۔ جو عفت چاہتا ہے اللہ اسے عفت عطا کرتا ہے، اور جو غنی ہونا چاہتا ہے اللہ اسے غنی بنا دیتا ہے۔"

محمد بن اسماعیل اس حدیث کی شرح یوں بیان کرتے ہیں:

---

[30]مسند أبي داود،أبو داود الطيالسي سليمان بن داود،ج:04،ص:38-39
[31] معالم السنن،أبو سليمان، حمد بن محمد، المطبعة العلمية بحلب،1351،ج:02،ص:82
[32] صحيح البخاري،أبو عبد الله محمد بن إسماعيل البخاري،ج:02،ص:522
[33] سورة سباء،34:39
[34] شرح صحيح البخاري لابن بطال،ابن بطال أبو الحسن علي بن خلف،ج:03،ص:439
[35]صحيح البخاري،أبو عبد الله محمد بن إسماعيل البخاري،ج:02،ص:518-519

وَفِي الْحَدِيثِ دَلِيلٌ عَلَى الْبُدَاءَةِ بِنَفْسِهِ وَعِيَالِهِ؛ لِأَنَّهُمْ الْأَهَمُّ.وَفِيهِ أَنَّ أَفْضَلَ الصَّدَقَةِ مَا بَقِيَ بَعْدَ إخْرَاجِهَا صَاحِبُهَا مُسْتَغْنِيًا إذْ مَعْنَى "أَفْضَلُ الصَّدَقَةِ مَا أَبْقَى الْمُتَصَدِّقُ مِنْ مَالِهِ مَا يَسْتَظْهِرُ بِهِ عَلَى حَوَائِجِهِ وَمَصَالِحِهِ؛ لِأَنَّ الْمُتَصَدِّقَ بِجَمِيعِ مَالِهِ يَنْدَمُ غَالِبًا وَيُحِبُّ إذَا احْتَاجَ أَنَّهُ لَمْ يَتَصَدَّقْ[36]

اور اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ انسان کو اپنے نفس اور اپنے اہل و عیال پر پہلے خرچ کرنا چاہئے، کیونکہ وہ زیادہ اہم ہیں۔

اور اس میں یہ بھی ہے کہ سب سے بہتر صدقہ وہ ہے جو صدقہ دینے کے بعد دینے والا اپنے پاس بچائے، کیونکہ "سب سے بہتر صدقہ "کا مطلب ہے کہ صدقہ دینے والا اپنے مال میں سے وہ مقدار بچائے جو اس کی ضروریات اور مفادات کے لئے کافی ہو؛ کیونکہ جو شخص اپنے تمام مال کو صدقہ دے دیتا ہے، وہ اکثر پچھتاتا ہے اور جب اسے ضرورت ہوتی ہے تو وہ چاہتا ہے کہ اس نے صدقہ نہ دیا ہوتا۔

رسول اللہ ﷺ کی زندگی سے نفقہ کی عملی مثال

حضور اکرم ﷺ اپنی ازواج مطہرات کو نفقہ دیا کرتے تھے۔احادیث مبارکہ میں آتا ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه:أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ: (لَا يَقْتَسِمُ وَرَثَتِي دِينَارًا، مَا تَرَكْتُ بَعْدَ نَفَقَةِ نِسَائِي ومؤونة عَامِلِي، فَهُوَ صَدَقَةٌ).[37]

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میرے ورثاء دینار کا ایک حصہ بھی نہیں بانٹیں گے (یعنی اس کو تقسیم نہیں کریں گے) میں جو چھوڑ جاؤں اس میں سے میرے عاملوں کی تنخواہ اور میری بیویوں کا خرچ نکال کر باقی سب صدقہ ہے۔

ابن عبدالبرؒ اس حدیث کی شرح میں تحریر کرتے ہیں:

قال أهلُ العِلْمِ: فمساكِنُهنَّ كانت في معنى نَفَقاتِهنَّ، في أنَّها كانت مُستثْناةً لهُنَّ بعدَ وفاتِه ممَّا كان له في حياتِه.قالوا: ويدُلُّ على صِحَّةِ ذلك أنَّ مساكِنَهنَّ لَمْ يَرِثْها عنْهُنَّ ورثَتُهُنَّ. قالوا: ولو كان ذلك مِلْكًا لهُنَّ، كان لا شكَّ قد وَرِثَه عنْهُنَّ ورَثَتُهُنَّ. قالوا: وفي تَرْكِ ورَثَتِهنَّ ذلك دليلٌ على أنَّها لَمْ تكنْ لهُنَّ مِلْكًا، وإنَّما كان لهُنَّ سُكنَاها حياتَهنَّ، فلمّا تُوُفِّينَ، جُعِل ذلك زيادَةً في المسجِدِ الذي يَعُمُّ المسلمين نَفْعُه كما فُعِل ذلك في الذي كان لهُنَّ مِن النَّفقاتِ وفي تَرِكةِ رسولِ الله صلى الله عليه وسلم، لمّا مَضَيْنَ لسَبيلِهِنَّ، رُدَّ إلى أصْلِ المالِ، فصُرِف في منافِع المسلمين ممَّا يَعُمُّ جميعَهم نَفْعُه.[38]

اہل علم کا کہنا ہے کہ ازواجِ مطہرات کے مکانات ان کی نفقات کی طرح تھے، یعنی یہ ان کے لیے رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد بھی مستثنیٰ رکھے گئے تھے جیسے کہ زندگی میں تھے۔

مزید کہا گیا ہے کہ اس بات کی دلیل یہ ہے کہ ان مکانات کو ان کی وفات کے بعد ان کی اولاد نے وراثت میں نہیں پایا۔ اگر یہ ان کی ملکیت ہوتے، تو یقینی طور پر ان کے ورثاء ان مکانات کے مالک بنتے۔ ورثاء کے ان مکانات کو نہ لینے کی وجہ یہ تھی کہ یہ ان کے لیے زندگی بھر رہائش کے لیے مختص تھے، اور ان کی وفات کے بعد یہ املاک مسلمانوں کی مشترکہ ضرورت کے لیے مسجد کی توسیع میں شامل کر دیے گئے، جیسے ان کی نفقات اور دیگر اموال کو بھی عام مسلمانوں کے فائدے کے لیے استعمال کیا گیا۔

ایک دوسری روایت سے اس کی مزید وضاحت ہو جاتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ازواج مطہرات کو سال بھر کا نفقہ عطا فرما دیتے تھے۔

یہ روایت طویل ہے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مسلمانوں کا خلیفہ بنے ہوئے دو سال ہوئے تو حضرت عثمان، حضرت عبدالرحمن بن عوف، حضرت زبیر، حضرت بن ابی وقاص، حضرت علی اور حضرت عباس رضوان اللہ تعالی علیھم اجمعین تشریف لائیں اور حضور اکرم ﷺ کی وراثت کے بارے میں بات کی۔اس میں سے یہ حصہ پیش کیا جاتا ہے۔مزید تفصیل سے پڑھنے کیلئے حوالہ جات میں مکمل حوالہ تحریر ہے۔اس سے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔

[36] سبل السلام شرح بلوغ المرام،محمد بن إسماعيل الأمير،الناشر: دار الحديث ،القاهرة، مصر،1418،ج:02:ص:543

[37] صحيح البخاري،أبو عبد الله محمد بن إسماعيل البخاري،ج:03،ص:1021

[38] التمهيد لما في الموطأ من المعاني والأسانيد في حديث رسول اللَّه،أبو عمر بن عبد البر،الناشر: مؤسسة الفرقان للتراث الإسلامي،لندن،1439،ج:05،ص:477

فكان رسول الله صلى الله عليه وسلم ينفق على اهله نفقة سنتهم من هذا المال ثم ياخذ ما بقي فيجعله مجعل مال الله، فعمل رسول الله صلى الله عليه وسلم بذلك حياته[39]

رسول اللہ ﷺ اپنے اہل خانہ پر سال بھر کی ضروریات کے مطابق خرچ کیا کرتے تھے، اور جو باقی بچتا اسے اللہ کی راہ میں وقف فرمادیتے تھے۔ آپ ﷺ نے اپنی پوری زندگی اسی طریقے سے عمل کیا۔

المصادر و مراجع

1. القرآن[1]
2. صحيح مسلم،أبو الحسين مسلم بن الحجاج،الناشر: دار الطباعة العامرة، تركيا،2015
3. [1] الإفصاح عن معاني الصحاح،يحيى بن (هُبَيْرَة بن) محمد بن هبيرة الذهلي،الناشر: دار الوطن،2016
4. [1]صحيح البخاري،أبو عبد الله محمد بن إسماعيل البخاري، الدار السلفية،الكويت،2018
5. [1] المصنف،أبو بكر عبد الرزاق بن همام الصنعاني،الناشر: المجلس العلمي- الهند، توزيع المكتب الإسلامي ،بيروت2022
6. [1] المعجم الكبير،سليمان بن أحمد بن أيوب ،الناشر: مكتبة ابن تيمية، القاهرة، الطبعة: الثانية ،2020
7. [1] سنن أبي داود،أبو داود سليمان بن الأشعث،الناشر: المكتبة العصرية، صيدا،بيروت،2021
8. [1] معالم السنن،أبو سليمان، حمد بن محمد،ناشر، المطبعة العلمية بحلب،2017
9. [1] شرح سنن أبي داود،شهاب الدين أبو العباس أحمد بن حسين،الناشر: دار الفلاح للبحث العلمي وتحقيق التراث،مصر ،2018
10. [1] السنن الكبرى،أبو عبد الرحمن أحمد بن شعيب النسائي،الناشر: مؤسسة الرسالة، بيروت،2019
11. [1] سبل السلام شرح بلوغ المرام،محمد بن إسماعيل،ناشر: دار الحديث،القاهرة، مصر،1997
12. [1] المفهم لما أشكل من تلخيص كتاب مسلم،أبو العباس أحمد بن عمر،الناشر، دار ابن كثير، دمشق ، بيروت،2011
13. [1]مسند الإمام أحمد بن حنبل،الإمام أحمد بن حنبل،الناشر: مؤسسة الرسالة،2006
14. [1] شرح رياض الصالحين،محمد بن صالح بن محمد العثيمين،الناشر: دار الوطن للنشر، الرياض،2006
15. [1] الورع،أبو بكر عبد الله بن محمد بن عبيد،المعروف بابن أبي الدنيا،الناشر: الدار السلفية،الكويت،1998
16. [1]مسند أبي داود،أبو داود الطيالسي سليمان بن داود، الدار السلفية،الكويت،2012
17. [1] معالم السنن،أبو سليمان، حمد بن محمد، المطبعة العلمية بحلب،2009
18. [1] التمهيد لما في الموطأ من المعاني والأسانيد في حديث رسول اللهؐ،أبو عمر بن عبد البر،الناشر: مؤسسة الفرقان للتراث الإسلامي،لندن،2010

[39] صحيح البخاري،أبو عبد الله محمد بن إسماعيل البخاري،ج:03،ص:1126